پیشکش

آغا قمرِ حسنین میموریل ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہاب ثاقب

منوّر عباس ایڈووکیٹ مرحوم

کا مجموعہ کلام

مرتب

ظفر عابدی

پیشکش : آغا قمر حسنین میموریل ٹرسٹ

D-64 بلاک 6 فیڈرل بی ایریا کراچی

دائرہ طباعت

نام کتاب ——— شہاب ثاقب

موضوع ——— سلام، قصائد و منقبت

مرتب ——— ظفر عابدی

کمپوزنگ ——— انچولی کارڈ سینٹر

سرورق ——— محمد شاہد اقبال

اشاعت ——— ۲۰۰۳ء

پرنٹنگ ——— انچولی کارڈ سینٹر

فون: 6809086-6369786

ناشر ——— آغا سید آفتاب علی جعفری

D-64 بلاک 6 فیڈرل بی ایریا کراچی

التماس سورہ فاتحہ

☆ مولانا محمد مصطفےٰ جوہر مدظلہٗ

☆ آغا سید محمد حسنین

☆ آغا سید قمر حسنین

☆ سیدہ روشن آراء بیگم

☆ سید آلِ اطہر

☆ سیدہ اُم لیلیٰ

☆ سیدہ رخشندہ علی

☆ ثامنہ خاتون

☆ سیّدہ وافیہ خاتون

☆ منور عباس ایڈوکیٹ

☆ احمد فاطمہ

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ دور غزل کا دور ہے اور شاعر کا قد اُس کی غزل کے معیار سے جانچا جانے لگا ہے اور دوسری اصناف ثانوی حیثیت اختیار کر گئی ہیں ایسے ماحول میں کسی فطری شاعر کا شعوری اور ارادی طور پر غزل سے کنارہ کش ہو کر خود کو ذکر اہلبیتؑ کے لئے وقف کر دینا ذہنی خود کشی کے مترادف قرار دیا جاتا ہے اور اس خودکشی کا ارتکاب وہی کر سکتا ہے جو محض رسماً نہیں بلکہ ذہن اور روح کی پوری سچائی اور شعور کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ دُنیا سے دین کی طرف سفر کا تہیہ کر لے اور اگر میں یہ کہوں کہ محترم منور عباس صاحب مرحوم و مغفور یقین کی اسی منزل پر فائز تھے غزلیات سے ہٹ کر ان کے کلام میں کسی بھی صنف کا مطالعہ کر لیجئے ان کا ایک ایک شعر چیخ چیخ کر اعلان کرے گا کہ ان کے خلوصِ فکر، لگن اور اپنے ممدوحین سے قلبی تعلق کا رچاؤ ان کی تخلیقات کے ایک ایک لفظ میں جاری و ساری ہے

منور عباس صاحب دُنیا سے کیا گئے ایک فکر چلی گئی ایک عظیم کردار فنا

ہوگیا ایک ادارے کی موت واقع ہوگئی بہرحال اب وہ ہم سے بہتر مقام پر ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ جوارِ رحمت میں ہیں ہم اُن کی کمی محسوس کرتے ہیں اور روتے ہیں مگر یہ رونا اپنے تعلقات پر ہے اُن کے انجام پر بخدا نہیں

میں خالق حقیقی کی بارگاہ میں سربسجود ہوں کہ آج میں نے اپنے قبلہ گاہی مرحوم ومغفور آغا سید قمر حسنین صاحب کی ایک انتہائی دیرینہ اور دلی خواہش کی تکمیل کردی مرحوم تاحیات یہ تمنا کرتے رہے کہ جناب منور عباس صاحب کے کلام کی اشاعت وطباعت اُن کے ذریعے ہوجائے اور وہ مدحِ اہلبیتؑ کے سلسلے میں اس گراں قدر تحفہ کو بارگاہ سید الشہدا ءؑ میں ہدیہ کی شکل میں پیش کرسکیں اُن کی زندگی میں یہ کام بوجوہ نہ ہوسکا لیکن آخر دم تک مجھے اس کی تاکید اور آخرکار وصیت فرماگئے مجھے بے حد خوشی ہے کہ میں اُن کی اس خواہش کی بجا آوری کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ اس سلسلہ میں اپنی اہلیہ شبانہ آفتاب کی جانب سے ملنے والے بھرپور تعاون اور اس کارخیر میں انکی غیر معمولی دلچسپی کا ذکر نہ کرنا صریح ناانصافی ہوگی حقیقت یہ ہے کہ وہ جس طرح میرے شانہ بہ شانہ ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں اور میرے قبلہ گاہی آغا قمر صاحب مرحوم کے ادبی ورثے کو تحفظ دے رہی ہیں وہ یقیناً میرے لیے تقویتِ قلبی کا باعث ہے۔

شہاب ثاقب

آغا قمر حسنین میموریل ٹرسٹ کی یہ دوسری کاوش آپ سب کے سامنے ہے میری پروردگار عالم سے دعا ہے کہ مجھے توفیق، ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے کہ میں اس سلسلے کو جاری وساری رکھ سکوں

اس کتاب کی تیاری واشاعت کے سلسلے میں ٹرسٹ کے چیرمین جناب اشرف عباس اور جناب ظفر عابدی کی محنت، کاوش، دلچسپی اور بھرپور تعاون کے لئے میں ہر دو حضرات کا تہہ دل سے ممنون و متشکر ہوں خداوندِ قدوس انہیں صحت وتندرستی کے ساتھ ساتھ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

ناچیز
آغا سید آفتاب علی جعفری

عرضداشت

میں آغا سید قمر حسنین میموریل ٹرسٹ بالخصوص اس کے نگراں آغا سید
فتاب علی کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اُن کی ذاتی دلچسپی کے سبب میرے قبلہ گاہی
جناب منور عباس ایڈووکیٹ کے سلام، منقبت، قصیدے کا مجموعہ منظر عام پر آیا ہے
میرے لئے یہ بات انتہائی مسرت وتقویتِ قلبی کا باعث ہے کہ اس طرح میں
پنے مرحوم والد کی تسکینِ روح کا شرف حاصل کر رہا ہوں اس کتاب میں شامل
تقریباً تمام سلام وقصائد میں مرحوم کی زندگی میں بھی اور اس کے بعد پڑھتا رہا
ہوں میں نے کراچی کی عزاداری میں قدم رکھتے ہوئے زندگی میں پہلی مرتبہ جو
سلام ۱۹۶۲ء میں خالق دینا ہال کی مجلس میں پڑھا وہ میرے والد کا تھا جس کے
بعد علامہ رشید ترابی اعلی اللہ مقامہ کے حکم پر انہوں نے مزید سلام کہے اور میں
نہیں پڑھتا تھا بہر کیف یہ ایک چھوٹی سی کوشش ہے شاید اس طرح کچھ تھوڑا بہت
حقِ فرمانبرداری ادا کرنے کے قابل ہوسکا ہوں اللہ تعالیٰ منور عباس صاحب
مرحوم آغا سید قمر حسنین صاحب مرحوم اوران تمام مرحوم بزرگوں کی جو سلام پڑھنے
میں میری حوصلہ افزائی فرماتے تھے مغفرت فرمائے اور مجھے خدمتِ اہلبیت
اظہار کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

احقر

اشرف عباس

جناب منور عباس ایڈوکیٹ

حالات زندگی۔۔۔۔ایک نظر میں

نام: منور عباس

تخلص: شہاب

والد: تجمل حسین

دادا: منصب علی خان

(میرٹھ کے منصبیہ مدرسہ کے بانی

پیدائش: ۱۹۰۸ء

تعلیم: بی اے، ایل ایل بی

وکالت کی ابتداء: لکھیم پور کھیری

آبائی وطن: میرٹھ

پاکستان میں آمد: دسمبر ۱۹۴۹ء

پاکستان میں وکالت کا آغاز: جنوری ۱۹۵۰ء

سیاست میں دلچسپی

قبل از تقسیم مسلم لیگ کے سرگرم کارکن رہے۔ تحریک آزادی میں بھر پور عملی جدوجہد کی راجہ صاحب محمود آباد کے دست راست تھے بعد از قیام پاکستان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے بھرپور عملی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ صدارتی انتخاب میں مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کے پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہوئے۔

پیشہ وارانہ ذمہ داریاں

سٹی کورٹس کے مقابل کورٹ چیمبرز میں تیسری منزل پر واقع کمرہ نمبر ۲۶ میں اپنا دفتر کھولا اور وکالت شروع کی۔ ابتدا میں سول اور فوجداری دونوں قسم کے مقدمات کرتے تھے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد فوجداری مقدمات لینے چھوڑ دیئے اور صرف سول مقدمات کی پیروی کرتے رہے۔ کراچی کے سینئر وکلا میں شمار تھا۔ آخر وقت تک اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے اور انتقال سے چار دن پیشتر تک کورٹ اور اپنے دفتر جاتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں سندھ ہائی کورٹ کی جانب سے وکالت کے پچاس سال مکمل

ہونے پر ایک طلائی شیلڈ اور کلام مجید کا ایک نسخہ تحفتاً پیش کیا گیا۔ انتقال کے بعد سندھ ہائی کورٹ میں انکی خدمات کے اعتراف میں فل کورٹ ریفرنس ہوا۔

دینی خدمات

کراچی میں مرکزی مجلسِ محرم کے انعقاد کے لیے حضرت علامہ رشید ترابی اعلیٰ اللہ مقامہ کی تحریک پر "پاک محرم ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک انجمن کا قیام عمل میں آیا جس نے ابتداء میں جہانگیر پارک اور اس کے بعد نشتر پارک میں شہر کی سب سے بڑی مجلس اور مرکزی جلوس کا اہتمام کیا آپ گذشتہ کئی برس سے اس ایسوسی ایشن کی صدارت کا اہم ترین منصب نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالے ہوئے تھے سب سے پہلے یہ عشرہ مولانا ابن حسن جارچوی مرحوم پڑھا کرتے تھے انکے بعد علامہ رشید ترابی، علامہ عقیل ترابی، علامہ سید رضی جعفر، مولانا طاہر علی خان، علامہ عباس کمیلی اور علامہ طالب جوہری رونق افروز منبر ہوتے رہے۔ اور ہنوز موخر الذکر علامہ ہی ان مجالس سے خطاب فرمارہے ہیں۔ اسی پلیٹ فارم سے آپ نے اپنے رفقائے کار سے ملکر "پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ" قائم کیا جس کے توسط سے غریب اور نادار طلبہ کو انکی تعلیم کے اخراجات کے لیے لاکھوں روپے کے وظائف

دیئے جا رہے ہیں اس کے علاوہ بیشمار ضرورت مند ایسے تھے جن کی وہ خفیہ طور پر اپنے پاس سے ماہانہ امداد کرتے رہتے تھے اور جس کا ان کے اہل خانہ کو بھی علم نہیں تھا۔ نو تصنیف مراثی کی مجالس کے بانی بھی آپ ہی ہیں۔

ادبی ذوق اور دلچسپیاں

مرحوم بے پناہ ادبی ذوق کے حامل تھے۔ شعر و شاعری کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ اچھے شعر کی نہ صرف دل کھول کر داد دیتے تھے بلکہ اسے ہمیشہ کے لیے حافظہ میں محفوظ کر لیتے تھے۔ مرحوم سیّد آلِ رضا۔ مرحوم ذوالفقار علی بخاری مرحوم ارم لکھنوی کے ساتھ ملکر آرزو لکھنوی مرحوم کی یاد میں "بزم آرزو" قائم کی جس کے تحت ابتداء میں شعری نشستیں خود مرحوم کے دفتر میں ہفتہ کی شام کو ہوتی رہیں اور پھر ان محفلوں کو اپنے گھر پر منتقل کر دیا رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور ہر ماہ کے آخری اتوار کو طرحی مشاعرہ بڑی پابندی سے ہو رہا تھا۔ یہ محفل ۱۹۵۴ء سے شروع ہوئی اور آخری محفل مرحوم کی زندگی میں ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء کو ہوئی جس میں انہوں نے دسمبر کی محفل کے لیے خود مصرعہ طرح دیا تھا۔ مرحوم نے خود کافی عرصہ سے غزل کہنا ترک کر دیا تھا لیکن انکی ذاتی ڈائری میں ابتدائی دور کی بے شمار غزلیں، سلام، رباعیات اور نظمیں موجود ہیں انتہائی معروف اور نامور شعراء بزم آرزو کے مشاعروں

میں شریک ہوتے رہے۔ علامہ رشید ترابی اعلیٰ اللہ مقامہ نے سب سے پہلے اپنی غزلیات انہی محافل میں سنائیں۔

جوش ملیح آبادی، سید آلِ رضا، ارم لکھنوی، حشم لکھنوی، عزم جونپوری، قمر جلالوی، بابا ذہین شاہ تاجی، پروفیسر شور، شاہد نقوی، کرار جونپوری، ظفر جونپوری، صبا اکبرآبادی اور دوسرے بہت سے عظیم شعراء ان محفلوں میں پابندی سے شرکت کرتے رہے

گھریلو زندگی

مرحوم نے ایک انتہائی خوشگوار اور کامیاب زندگی گزاری پیشہ کے اعتبار سے کامیاب ترین اور صف اول کے وکلاء میں شمار ہوتے تھے جس کی وجہ سے ہر محفل اور تقریب میں انتہائی قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی گھریلو زندگی کیطرف سے بے حد مطمئن اور شاد تھے۔ اہلیہ کا انتقال ۱۹۸۴ء میں نویں محرم کے دن اچانک ہارٹ فیل ہوجانے سے ہوا۔ پانچوں فرزند برسرروزگار ہیں اور اچھے مناصب کے حامل ہیں۔ دونوں دختران کے فریضہ سے سبکدوش ہونے کے بعد فرزندوں اور انکی اولادوں کو بھی تعلیمی میدان میں پھلتے پھولتے دیکھا۔ یہاں تک کہ اپنی ایک نواسی

کی اولاد بھی اپنی نظروں کے سامنے کھیلتے ہوئے دیکھ لی اپنے پانچوں بیٹوں اور انکی بیویوں اور انکی اولادوں کو اپنے ساتھ ہی رکھا اور آخر دم تک اس بات پر خوشی اور فخر کا اظہار کرتے رہے۔

انتقال

منگل ۱۳ دسمبر ۱۹۸۸ء کی صبح دس بجے میڈی کیئر ہسپتال میں حرکتِ قلب بند ہو جانے کے سبب داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون

نعت رسولؐ

لازم ہے اے دل اُسکی غلامی
جس کا محمد ہے نام نامی
قوسین اونیٰ منزل ہے جس کی
ہے عرشِ اعلیٰ جس کا سلامی
تخلیقِ اوّل تکمیل آخر
شہ کارِ قدرت ذات گرامی
ہر قول جس کا ہے حرفِ آخر
ہر حکم پر ہے مہر دوامی
خلوت نشین و محبوب یزداں
روح الامیں ہے جس کا پیامی
کردار ایسا بعثت سے پہلے
دشمن بھی جس میں پائے نہ خامی

ہر سہو و نسیاں ہے دور جس سے
معصوم فطرت وہ ذات ِسامی
باتوں پہ اسکی قرآں کا دھوکہ
اللہ رے اس کی شیریں کلامی
شاہانِ عالم در کے گدا ہیں
فخرِ ملائک اسکی غلامی
اسکی حکومت حشر وابد تک
سب کی حکومت آنی۔ مقامی
اسکی شریعت اس کی حکومت
یہ بھی دوامی وہ بھی دوامی
مجھ سے کہاں ہو نعت پیمبر
اس کے لیے تھے قدسی و جامی

شہاب ثاقب

غزل نعتیہ

میرے لب پہ یہ کس کا نام آیا
عرش سے تحفہ سلام آیا
نقش حق اس کا ہر نشان قدم
وحیِ حق لب پہ جو کلام آیا
عرش کی منزلت شب معراج
کب بنا تھا اور آج کام آیا
پیش حق مرتبہ یہ انساں کا
لے کے محبوب حق پیام آیا
کیا گھرانا ہے بارہ پشتوں تک
جس کا ہر فرد حق کے کام آیا

منقبت امیر المومنینؑ

اسے حکم نبی کہیے اسے حکم خدا کہیے
کروں میں مدحِ حیدر آپ سب صل علیٰ کہیے

محمدؐ اور علیؑ کو پوچھتے ہو تم کہ کیا کہیے
اُنہیں حاجت روا کہیے اِنہیں مشکل کشاء کہیے

علیؑ کا نور بھی نورِ محمدؐ ہی کا پر تو ہے
اُنہیں شمس الضحیٰ کہیے انہیں بدر الدجیٰ کہیے

محمدؐ مصطفیٰ گر راحتِ قلب دو عالم ہیں
علیؑ کو راحت قلب محمد مصطفیٰ کہیے

محمدؐ کی حمایت کے لئے پیدا ہوئے حیدر
یہ خالق کی عطا کہیے رسولوں کی دعا کہیے

علی کو جو خدا سمجھے وہ کافر ہے مگر ان کو
یقیناً کشتیِ دینِ خدا کا نا خدا کہیے

علیؑ کا نام لے کر مشکلیں آسان ہوتی ہیں
زمانہ میں کوئی ہے اور بھی مشکل کشاء کہیے

ہماری زندگی کیا ہے غلامی آلِ احمد کی
اسی کو ابتداء کہیے اسی کو انتہا کہیے

علیؑ کے در سے وابستہ ہیں دونوں میں بھی رضواں بھی
اُسے درباں سمجھئے اور مجھے در کا گدا کہیے

بھگائے لشکرِ کفار ہم نے یاعلی کہہ کر
یہ نعرہ فتح کا ضامن ہے کہیے برملا کہیے

یہ حسرت ہے نجف جا کر ضریحِ پاک مولا پر
شہاب آقا سے اپنے دردِ دل کا ماجرا کہیے

منقبت

در مدح امام رضا علیہ السلام

یہی دل میں تھی تمنا یہی لب پہ تھا ترانہ
کہ درِ رضا پہ جاکر کروں سجدہ والہانہ

مگر اپنی بدنصیبی ہوئی آرزو نہ پوری
نہ پہنچ سکا میں مشہد کہ نہیں تھا آب و دانہ

میں تڑپ تڑپ کے رویا بہت اپنی بے بسی پہ
مرے دل سے لب تک آئی یہ دعائے عاجزانہ

نہیں اذنِ باریابی تو پھر اے شہِ خراساں
مری چشمِ دل کو دیجے وہ نگاہ عارفانہ

کہ جمال آستانہ نظر آئے میں کہیں ہوں
میں یہیں رہوں پہ دیکھوں وہ دیار خسروانہ

مرے لب پہ تھیں دعائیں مرے دل میں تھی عقیدت
اسی شوق و بے خودی میں کیا سجدہ والہانہ

جو اٹھایا سر زمیں سے تو بچشم تر یہ دیکھا
کہ نظر کے سامنے ہے وہ حرم کا آستانہ

مرا جذب شوق دیکھو، مجھے مل گئی حضوری
ہوئے ختم فاصلے سب یہ ہوں میں وہ آستانہ

قصیدہ

مدحِ حضرت عباسؑ

کھل نہ سکا آج تک شرحِ محبت کا باب
حُسن سراپا حجاب عشق فقط اضطراب

حُسن کی رعنائیاں ، عشق کی برنائیاں
ایک معمہ رہیں کھائے خِرد پیچ و تاب

حُسن کی سرکار میں عشق سراپا گناہ
عشق کے آئین میں حسن مجسم ثواب

ہئیتِ ظاہر میں ہے حسن الگ عشق سے
فطرتِ باطن میں ہے لیکن عجب انتساب

شمع کی صورت جدا صورت پروانہ سے
دونوں کی فطرت میں ہے ایک مگر التہاب

جسم الگ دل الگ ایک مگر آرزو
نغمہ وہی ایک ہے گرچہ الگ ہیں رباب

عشق کے جو دل میں ہے حسن کو اس کی خبر
حسن کا منشاء ہے جو عشق کی راہ صواب
عشق کا یہ حوصلہ کود پڑا آگ میں
حُسن نے اس آگ کو کر دیا باغِ خوش آب
عشق کا انداز یہ تیغ کے نیچے گلا
حُسن کا انعام یہ ، نذر ہوئی مستجاب
ہجر کی شب واہ رہے قلب کی آسودگی
تیغ کے سایہ میں بھی عشق رہا محو خواب
ساحلِ دریا پہ بھی عشق رہا تشنہ لب
کیوں نہ کرے حُسن پھر اپنا کرم بے حساب
ہاتھ اگر کٹ گئے اور بڑھا حوصلہ
سر جو قلم ہوگیا عشق ہوا فتح یاب
بعد حسینؑ و علیؓ سارے زمانہ میں ہے
جس کی شجاعت کا مثل اور نہ وفا کا جواب

مطلع ثانی

دلبرِ اُم البنین لختِ دلِ بوتراب
خاکِ قدم جس کی ہے سجدہ گہہِ آفتاب
مرحبا ظلِّ علیؑ جان و دلِ بوتراب
عشق کی معراج ہے اور وفا کا شباب
حضرتِ زہرا تجھے اپنا پسر جب کہیں
واہ رے عزو شرف واہ رے یہ انتساب
دستِ بریدہ ترے ضامن بخشش ہوئے
حضرت زہرا کی ہے کیا نظرِ انتخاب
چرخِ شجاعت پہ ہے نیرِ اعظم حسینؑ
زیب سپہرِ وفا ذات تری آفتاب
سایہ فگن جب رہیں دونوں یہ مہر مبیں
ان کے غلاموں کو کیا حشر میں فکر حساب
شعر نہیں ہیں مرے اشکِ ندامت ہیں یہ
مدح نہ کچھ ہو سکی سخت خجل ہے شہابؔ

قطعات

درمدح حضرت حجت امام عصر علیہ السلام

جب تک ہے بہاروں کا یہ موسم باقی
پھولوں کی ہے گلزار میں آمد بھی ضرور
جب تک ہے جہاں میں دین احمد قائم
دنیا میں ہے جانشین احمد بھی ضرور

☆☆☆☆☆

لازم ہے کہ ہر دین کا والی ہوگا
ہادی ہے تو کردار مثالی ہوگا
کیا گلشنِ اسلام ہے بے نگرانی
آخر کوئی اس باغ کا مالی ہوگا

☆☆☆☆☆

بڑا بے کس ہے وہ جس کا جہاں میں
کوئی بھی وارث ووالی نہیں ہے
خس و خاشاک ہوں گے پھر چمن میں
گلستاں کا اگر مالی نہیں ہے

☆☆☆☆☆

بینائیِ انساں کی ہے قوت محدود
پھر کیوں ہے مشاہدے پہ اتنا اصرار
ہیں آج جو منکرِ امامِ غائب
یہ لوگ کریں گے کل خدا سے انکار

☆☆☆☆☆

قطعہ

حضرت امیرالمومنین

مدعی تو بھی عقیدت سے ذرا کچھ کام لے
میرا مولیٰ وہ ہے جو گرتے ہوئے کو تھام لے
کس کی مشکل ہوگئی آسان کھل جائے ابھی
یاعلی کہتا ہوں میں تو بھی کسی کا نام لے

نظر خود اک حجاب درمیاں ہے گر نہ ہو ایقاں
نظر کے فیصلے کو اس لیے صائب نہیں کہتے
یہ میری کم نگاہی ہے نہ پہچانا انہیں ورنہ
نظر کے سامنے جو ہو اسے غائب نہیں کہتے

جو ہیں ماہر وہی سمجھتے ہیں
صلح اور جنگ کا ہے کیا آہنگ
کربلا ہے تتمۂ صفین
صلح شبر ہے ایک وقفہ جنگ

ہر چند پیش کی ہیں محمد نے آیتیں
کچھ لوگ اس پہ بھی نہیں ایمان لائے ہیں
آخر مباہلے کے لیے آئے مصطفٰےؐ
اور چند بولتے ہوئے قرآن لائے ہیں

قصیدہ

در مدحِ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

مصرع طرح

(علیؑ کی شان ہے عباسؑ میں علیؑ کی قسم)

عجب بہار ہے گلشن میں آج اے ہمدم
کہ صحنِ باغ پہ ہے رزم گاہ کا عالم

کیاریاں ہیں کہ یہ مورچے سپاہ کے ہیں
درخت سرو کے ہیں یا بلند ہیں یہ علم

زمین باغ پہ سائے ہیں یوں درختوں کے
ہوں رزم گاہ میں جیسے نشانِ نقشِ قدم

نسیم صبح سے ہلتی ہیں ڈالیاں ہر سو
کہ جیسے فوجِ بہاراں کے کھل گئے ہوں علم

کھڑے ہیں نخل مودّت صفیں جمائے ہوئے
گلوں کے بار سے پیشانیاں کئے ہوئے خم
لگے ہیں ڈھیر نچھاور کے واسطے کیا کیا
کہیں ہیں لعل وزمرود کہیں پہ ہیں نیلم
ضرور ہے کسی سردار فوج کی آمد
جو باغ میں ہیٔے مقدم بلند ہیں پرچم
یہ آئی اتنے میں سوسن کی دل نواز صدا
بنی جو بلبلِ دل ریش کے لئے مرہم
پکاری "باادب وباملاحظہ ہشیار"
کہ ہے ورودِ علم دار فوجِ شاہ اُمم

مطلع ثانی

خدا کے فضل سے آتا ہے آج وہ ضیغم
علم ہے جس کے لئے اور جو ہے بہرِ علم
کہو کہ آئے شجاعت بھی پیشوائی کو
کہو وفا سے کہ آگے بڑھے پئے مقدم
کہو ظفر سے کہ غازی کے ہم رکاب رہے
کہو ہُمائے سعادت سے کھول دے پرچم
کہو یہ عزم سے ہوجائے حاشیہ بردار
کہو ثبات سے چومے جری کے نقشِ قدم
پڑھوں وہ مطلع ثالث کہ بزم ہو سرشار
صدائے نعرہ صلی علیٰ اُٹھے پیہم

مطلع ثالث

دلوں پہ آج بھی فرما رواں ہے وہ ضیغم
ہے جس کا تاج شجاعت وفا ہے جس کا علم
نہ وہ امام نہ معصوم اور نہ پیغمبر
مگر شریعتِ مہرو وفا کا ہے خاتم
حسینؑ کا وہ علم دار بھی ہے سقاء بھی
اسی وجہ سے تو قائم ہے ربطِ مشک وعلم
وہ جن کو حضرت زہراؑ کہیں ''مرا فرزند''
وہ جن کو اپنا سہارا بتائیں اہلِ حرم
وہ جس نے مر کے بھی چھوڑا نہ ساتھ بھائی کا
جہاں میں آج بھی ہمراہ ہیں ضریح وعلم
وہ جس کے دست بُریدہ کو فاطمہ زہراؑ
بتائیں حشر میں وجہ نجاتِ خیرِ اُمم
شہاب آپ کا ادنیٰ غلام ہے آقا
حضور اس پہ بھی ہوجائے اک نگاہِ کرم

قصیدہ

در مدح امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ

(طرح) مرا مولا حسینؑ ابن علیؑ ہے

ہوا کیا باغ عالم میں پہلی ہے
پریشاں گل ہیں افسر دہ کلی ہے
رگ گل میں چبھے ہیں خار گلشن
چھری بلبل کی گردن پر چلی ہے
ہوا ہے سبزہ خوابیدہ بیمار
چمن کی آج قسمت سو گئی ہے
پریشاں ہو گئے سنبل کے گیسو
رخ نسریں پہ حسرت چھا رہی ہے
گلاب سرخ کا چہرہ ہے اترا
رخ مہتاب پر بے رونقی ہے
ہوا ہے یا سمن کا رنگ پھیکا
مریض نیم جاں سورج مکھی ہے

برستی ہے چنبیلی پر ادا سی
بنفشہ پر بھی چھائی مردنی ہے
ہوا ہے زرد چہرہ نسترن کا
کہ جیسے اس کو یرقاں ہو گئی ہے
صنوبر سرو کا پنڈا ہے پھیکا
رہی نرگس سو وہ بیمار رہی ہے
نسیم گلستاں بھرتی ہے آہیں
مسلسل آج شبنم رو رہی ہے
سُنی آواز سب نے سسکیوں کی
ادھر سے جب ہوا ہو کر گئی ہے
بہاروں کے نشاں سب مٹ گئے ہیں
خزاں یوں باغ کے در پے ہوئی ہے
نہ آئے گی بہار اب گلستاں میں
ہر اک کو نا امیدی ہو گئی ہے
صدا یہ دفعتاً بلبل کی آئی

شہاب ثاقب

نہ ہو مایوس حق کی رحمتوں سے

کہ سب کا پالنے والا وہی ہے

کیا ہے اس نے پیدا اک بشر کو

نفس میں جس کے روحِ زندگی ہے

حیاتِ نو وہ بخشے گا چمن کو

اسی سے اب ہماری لو لگی ہے

یہ مژدہ جاں فزا سن کر چمن میں

خوشی کی لہر سی اک آگئی ہے

عنا دل سے یہ تب سوسن نے پوچھا

بتا وہ کون سا ایسا ولی ہے

کہا یہ جھوم کر بلبل نے اس دم

"مرا مولا حسینؑ ابن علیؑ ہے"

زباں پہ آگیا یہ نام کس کا

کہ ساری بزم روشن ہوگئی ہے

پڑھیں صلِ علیٰ سب اہل محفل

ملائک کی صدا یہ آ رہی ہے

مطلع ثانی

حسینؑ ابنِ علیؑ حق کا ولی ہے
بنائے لاالہ جس سے پڑی ہے
حسینؑ ابن علیؑ فرزندِ زہرا!
خدا کی شان اور جان نبی ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ نازِ مشیت
غرور آدم و فخر نبی ہے
حیاتِ جاوداں ہے موت جس کی
مثالِ لم یزل جو سرمدی ہے
وہ اس کا پیکر خاکی کہ جس میں
علیؑ کا زور ہے قلب نبی ہے
خدائے عادل و دانا کا یعنی
ملائک کو جواب آخری ہے

شہاب ثاقب

کمالِ صبر و استقلال اس کا
حد امکاں جہاں پہ رک گئی ہے
مصائب میں سکون قلب ایسا
کہ نازِ عقل و فخرِ آگہی ہے
بلاؤں میں وہ اسکی جنگ آخر
جہاں نبضِ دو عالم رُک گئی ہے
یقیں اپنی صداقت پہ ہے ایسا
کہ سب دنیا نظر سے گرگئی ہے
وہ اس کا سجدۂ آخر زمیں پر
بنائے عرش جس سے تھم گئی ہے
کمالِ صبر اس کا کیا بیاں ہو
صفت یاں ذات بن کر رہ گئی ہے
بیاں کیا ہوسکیں اوصاف شبیر
اسی پہ مدح میں نے ختم کی ہے
کمالاتِ بشر کی حد آخر
جہاں تخلیق آکر رک گئی ہے

تمنا ہے شہاب خستہ جاں کی
دعا کا آپ سب سے ملتجی ہے
زیارت سے مشرف ہو یہ عاصی
یہی اب دل میں اک حسرت رہی ہے

سلام

اے سلامی تازگی یہ ماتم سرور میں ہے
اک خزاں نادیدہ گلشن اپنی چشم تر میں ہے

شہ کے دوبانکے سپاہی ایک اصغر اک حبیب
کیا مقابل ان کا دنیا کے کسی لشکر میں ہے

مرگ اکبر پہ عدو سمجھے لڑائی ختم کی
لیکن اک ننھا مجاہد اور ابھی لشکر میں ہے

بولی بانو لے چلے جب گود میں اصغر کو شاہ
کیا امام عصر ان کا نام بھی محضر میں ہے

شمر رہنے دے سر زینب پہ بوسیدہ روا
پردہ پوشی ساری امت کی اسی چادر میں ہے

شام کے دربار میں زینب نے یوں تقریر کی
باپ کی شان خطابت گویا سب دختر میں ہے

ق

بعد عباسِ دلاور خم ہوئی پشت حسین
پر توانائی ابھی تک بازوئے سرور میں ہے
رن سے خیمہ تک اٹھا کر لے گئے اکبر کی لاش
یہ ید اللٰہی بھی ابنِ فاتحِ خیبر میں ہے
ہو طلب اور روضۂ اقدس پہ جا پہنچوں شہاب
یہ تمنا آج کل میرے دلِ مضطر میں ہے

سلام

کس قتیلِ جفا کا ماتم ہے
ہر طرف آج نوحہ و غم ہے

ہے عزا میں بھی ایک شان جہاد
علم و تیغ صرفِ ماتم ہے

زندگی بھر تو شہ کو روئیں گے
غم مگر یہ ہے زندگی کم ہے

ظلم اعدا کی کوئی حد ہی نہیں
صبر شبیر سے مگر کم ہے

حق پہ لڑنا جہاد ہے لیکن
صبر کرنا جہادِ اعظم ہے

لب دریا حسین لڑتے ہیں
غیض آیا ہے تشنگی کم ہے

سلام

رسول اللہ بن کر شافعِ روز جزا آئے
علی دنیا میں بندوں کے لئے مشکل کشاء آئے

فرشتہ موت کا ہے منتظر اُن کے اشارے کا
علی بالیں پہ جب آجائیں تب حکم قضاء آئے

بہم ہیں پنجتن دربار ہے احمد کی کملی میں
کہو روح الامیں سے لے کے تاجِ انما آئے

یزیدیت کے رخ سے اُٹھ گیا پردہ سیاست کا
رسن بستہ حرم دربار میں جب بے ردا آئے

اجل کی آرزو میں مر رہا ہوں دم ہے آنکھوں میں
زیارت ہو علی کی گر کہیں جلدی قضاء آئے

سلام

درسِ وفا عزائے شہِ کربلا میں ہے
جو ان کا سوگوار ہے اہلِ وفا میں ہے

جو مر گیا محبت آلِ رسولؐ میں
حقا کہ وہ شہید ہے ملکِ بقاء میں ہے

سن پر نہیں ہے دل پہ شجاعت کا ہے مدار
اک طفل شیر خوار بھی فوجِ خدا میں ہے

عباسؑ گر نہ ہوتے تو دُنیا نہ مانتی
وہ نقطۂ کمال جو لفظِ وفا میں ہے

مخلوق کی صفات ہیں خالق کا آئینہ
حمدِ خداہی مدحتِ آلِ عبا میں ہے

سلام

مجرئی گردل غبار کربلا ہوجائیگا
خاک تو ہوگا مگر خاکِ شفا ہوجائیگا

شق ہوئی دیوار کعبہ ہنس کے بولے یہ خلیل
یہ ہی بچہ ایک دن خیبر کشا ہوجائیگا

ہم غلاموں کو غم ایام سے ہو کیوں ہراس
ماتم شبیر دل کا آسرا ہوجائیگا

گھر میں اصغر کو انگوٹھا چوسنا مشکل سہی
رن میں آتے ہی مگر شیر خدا ہوجائیگا

آگئیں زہرا اگر لاشِ علی اصغر لئے
عرصہ محشر میں اک محشر بپا ہوجائیگا

سلام

ملے گا کیا ہمیں روز حساب دیکھتے ہیں
ابھی تو فرد عمل بوتراب دیکھتے ہیں

ہے آج شہ کے تصرف میں گردش ایام
حبیب کا پس پیری شباب دیکھتے ہیں

سوال کرکے نکیرین چپ ہوئے اور ہم
درود پڑھ کے رخ بوتراب دیکھتے ہیں

ہماری فرد میں جس جا تھا ذکر اشک عزا
وہیں پہ مُہر رسالت مآب دیکھتے ہیں

سر حسین قلم ایک کلمہ گو نے کیا
نہ آیا دھیان رسالت مآب دیکھتے ہیں

غم حسین میں نکلا تھا ایک اشک خلوص
بروز حشر اسے آفتاب دیکھتے ہیں

ہو زیرِ خنجرِ قاتل سوارِ دوشِ نبی
پچاس سال میں یہ انقلاب دیکھتے ہیں
سرِ حسین قلم ہوگیا قیامت ہے
بلند نیزے پہ سب آفتاب دیکھتے ہیں
حرم کو شام میں بے پردہ لوگ کیا دیکھیں
مگر یزید تجھے بے نقاب دیکھتے ہیں
زمانہ بھر میں ہو نا معتبر خلوص شہابؔ
کوئی نہ دیکھے مگر بوتراب دیکھتے ہیں

سلام

سجدہ خاکِ کربلا پر والہانہ ہوگیا
کام یہ ہم سے جنوں میں عاقلانہ ہوگیا

دیکھتا ہوں حشر میں قنبر کو میں قنبر مجھے
کچھ تعارف ان سے اپنا غائبانہ ہوگیا

زاہدوں کی صف ہٹا کر بڑھ گئے مست ولا
چشمہ کوثر پہ قبضہ جارحانہ ہوگیا

عزم و ہمت کیا کسی کی اپنی نظروں میں سمائے
اس صفت میں بس محمد کا گھرانہ ہوگیا

واہ کیا جنگ آزما تھا مجرئی اسپ حسین
سایۂ تلوار اسکو تازیانہ ہوگیا

مرغِ دل گر کھو گیا ارض نجف کی راہ میں
گلشن جنت میں اُسکا آشیانہ ہوگیا

شہاب ثاقب

حرملہ کے تیر سے اک خلقِ اصغرہی نہیں
قلب زہراؑ و پیمبرؐ بھی نشانہ ہوگیا
ساقی کوثر کا بیٹا نہر پر پیاسا رہے
اللہ اللہ کسقدر الٹا زمانہ ہوگیا
کہتی تھی صغرا رجب سے یہ محرم آگیا
میرے بابا کو گئے کتنا زمانہ ہوگیا
خون ناحق پر علی اصغر کے دنیا کانپ اٹھی
تیر آفت تھا ۔ قیامت مسکرانا ہوگیا
کب تلک غفلت اٹھو۔ رخت سفر باندھو شہاب
کچھ خبر ہے قافلہ کب کا روانہ ہوگیا

سلام

ہزاروں غم ہوئے ایسے کہ یاد آ نہ سکے
غمِ حسینؑ وہ غم ہے جسے بھلا نہ سکے

سرشکِ ماتمِ شہ سے ہے نورِ ایماں میں
یہ وہ ستارے ہیں روشن کہ جھلملا نہ سکے

غمِ حسینؑ کے صدقہ میں ہوگئی بخشش
فرشتے نامہ اعمال بھی دکھا نہ سکے

اسی سے شاہ نے اکبر کی موت کی منظور
کہے نہ کوئی کہ بیٹے کی لاش اٹھا نہ سکے

سرِ حسینؑ نے بیعت کا وہ جواب دیا
کہ اہلِ شر کبھی دستِ طلب بڑھا نہ سکے

شہادتِ علی اصغر وہ ضرب کاری تھی
کہ اہلِ ظلم خجالت سے سر اٹھا نہ سکے

سلام ناتمام

تھا پھنسا ورطۂ طوفانِ معاصی میں حُر

مارے دو ہاتھ تو کوثر کے برابر نکلا

قطرۂ اشک جو تھا آنکھ میں پانی بے آب

غم سرور میں بہا حشر میں گوہر نکلا

روز عاشور کھڑے سوچ رہے ہیں ایوب

باپ کے ہاتھ سے پھل برچھی کا کیونکر نکلا

ایسے عالم میں کہ جب کانپ رہے تھے کونین

حُرملہ تیر ترے ہاتھ سے کیونکر نکلا

یہ اہل ظلم کی کوشش کہ اہلبیت مٹیں

مگر وہ صورتیں قرآں کی تھیں مٹا نہ سکے

خدا کی شان وہ ہے نفس مطمئن شہ کا

حواس جا نہ سکے اور ہر اس آ نہ سکے

وہ کربلا میں جو ہوتے تو کس طرف ہوئے

غم حسینؑ میں جو اشک بھی بہا نہ سکے

سلام

قربان جائیے کرم کارساز کے
بگڑی بنائی جس نے کہ پردہ میں راز کے

اللہ رے حوصلے شہِ ایماں نواز کے
ہر فدیے پر ادا کیے سجدے نماز کے

اُتنی زمین بن گئی مسجود اہل دل
قربان اے حسینؑ تری جانماز کے

کوفہ ہو۔ کربلا ہو۔ مسیّب ہو۔ شام ہو
جھنڈے گڑے ہیں آج بھی شاہ حجاز کے

ٹھکرا کے افسری کو غلامی قبول کی
قربان حُر تری نگہِ امتیاز کے

نیزے پہ سر حسینؑ کا اور تخت پر یزید
اسرار کھل رہے ہیں نشیب و فراز کے

جتنے مقام سجدہ ہیں سب خوں سے تربتر
قربان اس وضو کے اور ایسی نماز کے

مالک تھے ذوالفقار کے لیکن رہے خوش
جب تک نہ آئے صلح میں پہلو جواز کے

رن میں مجاہدوں کی عبادت تو دیکھئے
نیزوں کی دھار پر ہیں مصلے نماز کے

بہر جہاد جھولے سے میداں کو آتے ہیں
اصغر کہ جو نہیں ابھی قابل نماز کے

شہاب ثاقب

سلام

دل ماتم حسینؑ میں صرفِ بکا ہوا
ہوں مطمئن نجات کا اب آسرا ہوا

دیکھا نگاہِ دل سے تو عقدہ یہ وا ہوا
ہے کربلا سے خلد کا رستہ کھلا ہوا

راہ خدا میں جس نے اٹھائی تھیں مشکلیں
حکم خدا سے خلق کا مشکل کشا ہوا

یوں تھا عروس مرگ کا اک اک کو اشتیاق
ہر ناصر حسینؑ تھا دولہا بنا ہوا

میداں میں آیا اس طرح عباس نامدار
کوثر کا رخ کیے ہوئے سقا بنا ہوا

کیا حشر ہوگا دشمن آل رسولؐ کا
محشر میں مصطفےٰؐ کا اگر سامنا ہوا

شہاب ثاقب

ہوتی اگر حسینؑ کو پانی کی احتیاج
دریا خود آتا ان کے قدم چومتا ہوا

ذاتِ علیؑ میں رسم وفا تھی کمال پر
عباسؑ پر وفا کا مگر خاتمہ ہوا

اے حرملہ یہ گردن اصغر نہیں ہدف
انسانیت کے دل میں ہے نشتر چبھا ہوا

ادنٰی غلام خواجہ قنبر تو ہے شہابؔ
مانا گناہگار بھی ہے وہ کھلا ہوا

قطعات در مدح حسنین علیہم السلام

بے خبر اب تک نہیں سمجھے کہ کیا ہے کربلا
درمیانِ حق و باطل فیصلہ ہے کربلا
صلح شبّر ایک وقفہ ہے مسلسل جنگ میں
ابتدا صفین ہے اور انتہا ہے کربلا

دیگر

تاجدارِ دوام ہیں شبّیر
عرش و کرسی مقام ہیں شبیر
تیغ اندر غلاف ہیں شبّر
خنجرِ بے نیام ہیں شبیر

سلام

ہر مصیبت میں آسرا ہے حسینؑ
دل کے ہر درد کی دوا ہے حسینؑ

مٹ گئی وہ یزید کی شاہی
حشر تک شاہ کربلا ہے حسینؑ

صرصرِ ظلم وجور سے نہ بجھی
شمع ایسی جلا گیا ہے حسینؑ

پھر کوئی اور کیا نظر میں سمائے
جس کے دل میں سما گیا ہے حسینؑ

سفر زیست ہوگیا آساں
نقش پا تیرا رہنما ہے حسینؑ

کیا بیاں ہو تیری مسیحائی
خاک تربت میں بھی شفا ہے حسینؑ

شہاب ثاقب

غمِ دنیا سے مل گئی فرصت
غم ترا دل میں بس گیا ہے حسینؑ

جس میں امکان گمرہی کا نہیں
ایسا رستہ بتا گیا ہے حسینؑ

درد سے کون ہے بشر خالی
اور ہر درد کی دوا ہے حسینؑ

دوپہر میں لٹا دیا سب گھر
آپ ہی کا یہ حوصلہ ہے حسینؑ

ہو ترابی کو صحت کامل
ساری مجلس کی دعا ہے حسینؑ

تیرا ادنیٰ غلام ہے یہ شہابؔ
یہی بخشش کا آسرا ہے حسینؑ

سلام

ملوکیت کی ساری کوششیں ہیں رائگاں اب تک
سنائی جارہی ہے کربلا کی داستاں اب تک

میانِ حق و باطل حد فاصل کھینچ دی شہ نے
مٹایا تو بہت، باقی ہیں لیکن وہ نشاں اب تک

اذاں دی تھی علی اکبر نے صبح روز عاشورا
فضائے لامکاں میں گونجتی ہے وہ اذاں اب تک

مٹایا تھا شبابِ اکبر مہ رو لعینوں نے
زمانہ کی نظر میں ہیں علی اکبر جواں اب تک

یہ کس پیاسے کو مارا بے گناہ ظالم لعینوں نے
کہ آتی ہے لب دریا سے آواز فغاں اب تک

کسی اُمت نے کیا اپنے نبی کا گھر جلا ڈالا
زمین کے گوشہ گوشہ سے جو اُٹھتا ہے دھواں اب تک

یہ کس معصوم کے پیروں میں ڈالی ظلم نے بیڑی
کہ اک اک حلقہ زنجیر کرتا ہے فغاں اب تک

کوئی معصوم بچی مرگئی کیا قید خانے میں
کہ زنداں میں نظر آتی ہیں کچھ پرچھائیاں اب تک

سلام

سجاد یعنی وہ گلِ ریحان کربلا
مہکا ہے جس کے دم سے گلستان کربلا

زندہ رہی انہی کے سبب سے حسینیت
جانِ حسین جانِ علی جانِ کربلا

ہوکر اسیر واضعِ آئینِ حریت
فرمانروائے کشورِ دل شان کربلا

جھنڈے گڑے ہیں آپ کے کوفہ میں شام میں
اے جانشین و وارثِ سلطان کربلا

شانے سے علم وصبر کے اے مصلحِ عقول
سلجھائی تو نے زلفِ پریشانِ کربلا

مسجد میں شام کی وہ ترا خطبۂ بلیغ
جاری کیا دمشق میں فرمان کربلا

تھا علم تیری تیغ ترا صبر تھا سپر
فاتح عراق وشام کے خاقان کربلا

لاریب ہے مرتب قانون زندگی
اے حافظِ کتاب ونگہبان کربلا

کوفہ سے شام شام سے یثرب کی راہ میں
ہر گام پر دکھائی دی شانِ کربلا

تو نے جسے شروع کیا تھا دمشق میں
ہے مجلسوں میں اب بھی وہ اعلان کربلا

چھوڑیں گے ہم کبھی نہ ولا اہلبیت کی
اجر رسول ہے یہی اعلان کربلا

ہر چند اقتدار مخالف رہا شہابؔ
اقلیم دل میں جاری ہے فرمانِ کربلا

سلام

مئے حب علی سے مست اور سرشار آئے ہیں
ہے جنکی آرزو کوثر کو وہ مئے خوار آئے ہیں

حسین ابن علی تولے ہوئے تلوار آئے ہیں
صف اعدا میں غل ہے حیدر کرار آئے ہیں

فلک پر دھوم ہے آئے ہیں سب قدسی زیارت کو
ملک شیشوں میں لیکر اشک گوہر بار آئے ہیں

بہشت آراستہ ہیں گفتگو حوروں میں ہوتی ہے
چلو دیکھیں غلام حیدر کرار آئے ہیں

در فردوس پر پہنچی سواری ابن زہرا کی
صدا رضواں کی آئی خلد کے سردار آئے ہیں

علی اکبر وغا کو آئے ہیں یہ غل ہے اعدا میں
نواسے کی مدد کو احمد مختار آئے ہیں

سروں پر ہے علم نوحہ زباں پر ہاتھ سینوں پر

سر محشر عجب عالم میں ماتم وار آئے ہیں

کیا ہے لاشہ اکبر پہ شہ نے شکر کا سجدہ

خلیل اللہ اور موسیٰ بپئے دیدار آئے ہیں

رکی ہے گردش ارض وسما اور وقت ٹھہرا ہے

برائے سجدۂ آخر شہ ابرار آئے ہیں

حسین آتے ہیں مقتل میں پسر کی لاش لینے کو

مدد کو فاطمہ اور حیدر کرار آئے ہیں

خدا کا شکر ہے صحت ملی حضرت ترابی کو

کہا منبر نے خوش ہو کر مرے حق دار آئے ہیں

(نوٹ: علامہ رشید ترابی کی صحت یابی پر کہا تھا)

شہاب ثاقب

سلام

حُر وہ دریائے محبت کا شناور نکلا
بحر عصیاں سے چلا اور لب کوثر نکلا

غم شبیر سے تقدیر بدل جاتی ہے
اشک مجلس میں گرا حشر میں گوہر نکلا

اللہ اللہ یہ تھا فیض حسین ابن علی
چھولئے جس نے قدم صبر کا پیکر نکلا

جب تلا عدل کی میداں میں تو ہر اشک عزا
وزن میں دفتر عصیاں کے برابر نکلا

روز عاشور کھڑے سوچ رہے ہیں ایوب
شاہ کی گود میں دم بیٹے کا کیونکر نکلا

مسکرائے علی اصغر جو لگا تیر ستم
طفل بے شیر جوانوں سے بھی بڑھ کر نکلا

ایسے عالم میں کہ جب کانپ رہے تھے کونین
حرملہ تیرے ترے ہاتھ سے کیونکر نکلا ہے

سب جسے رند خرابات سمجھتے تھے شہاب
عرصہ حشر میں وہ خادم قمبر نکلا

شہاب ثاقب

سلام

گر شہیدانِ وفا کا تذکرہ ہوتا رہے

یہ دلِ کفر آشنا درد آشنا ہوتا رہے

طاہروں کے ذکر سے کچھ تو طہارت آئے گی

طاہروں کا ذکر ہر صبح و مسا ہوتا رہے

اللہ اللہ ہوگئے ایسے بھی بندے خلق میں

ذکر جب انکا کرو۔ ذکر خدا ہوتا رہے

وہ خزانہ ہے دُرِ اشکِ عزائے شاہ کا

دونوں ہاتھوں سے لٹاؤ اور سوا ہوتا رہے

فکر دنیا کو مٹے آل محمد کا نشاں

فکر ان کو یہ کہ دنیا کا بھلا ہوتا رہے

رہتی دنیا تک رہے گی یہ عبادت یادگار

سر نہ اٹھے۔ حشر تک سجدہ ادا ہوتا رہے

سونپ کر زینب کو گھر شاہ امم ہیں مطمئن

اب جو کچھ ہونا ہے بعد کربلا ہوتا رہے

سلام ناتمام

ثنائے شاہ بیاں ہو مری مجال کہاں
یہ مشت خاک کہاں عرش ذوالجلال کہاں

عدو بھی رو دیئے اصغر کے مسکرانے پر
اب اس خطابت خاموش کی مثال کہاں

ستیزہ کار تھا بنتِ علی کا ذوق جہاد
وگرنہ جنگ کہاں اُن کے خوروسال کہاں

کریم جو ترے شایاں ہو وہ عطا کردے
گناہ گار ہوں میں ۔ جرات سوال کہاں

شہاب ثاقب

سلام

کبھی فرط ادب میں اشک افشانی نہیں جاتی
ہیں لب خاموش لیکن مرثیہ خوانی نہیں جاتی

ابھی تک اہل باطل کی یہ نادانی نہیں جاتی
عدوئے آل ہوکر بھی مسلمانی نہیں جاتی

حرم کی بے ردائی نے لیا ہے انتقام ایسا
یزیدیت کی پردوں میں بھی عریانی نہیں جاتی

نہ بھرتے رنگ اس میں گر لہو سے کربلا والے
تو آج اسلام کی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

حکومت اہل دنیا کی فقط حاکم کے دم تک ہے
دلوں پر جو حکومت ہو وہ سلطانی نہیں جاتی

اٹھائے ناز جس کے کبریا نے اور محمدؐ نے
اسی کی کربلا میں بات بھی مانی نہیں جاتی

سوئے کوثر نہ دیکھا عصر تک پیاسے شہیدوں نے
نہ آلیں شاہ جب تک تشنہ سامانی نہیں جاتی

ابھی جھولے میں غش تھے اور ابھی مرد مجاہد ہیں
وہی اصغر ہیں لیکن شکل پہچانی نہیں جاتی

اٹھا کر لاشہ اکبر بڑھی شہ کی توانائی
یہ وہ منزل ہے جس تک عقل انسانی نہیں جاتی

نبی کے قول پر وہ کب خدا کو مانتے ہوں گے
نبی زادے کی جن سے بات بھی مانی نہیں جاتی

کسی یوسف نے کیا تم کو جوانی کی دعا دیدی
حبیب ! اب تو تمہاری شکل پہچانی نہیں جاتی

کوئی حق کا مجاہد سر بکف آتا ہے میداں میں
کھلے سر شام کے بلوے میں سیدانی نہیں جاتی

ہزاروں بندشیں ہوتی ہیں ماتم پر شہیدوں کے
شہابؔ اس پر بھی اپنی مرثیہ خوانی نہیں جاتی

سلام

اے حسینؑ ابن علی دنیا کو حیراں کردیا
مُورِ مظلومی کو ہم دوش سُلیماں کردیا

ظلم واستبداد کی تو نے کلائی موڑدی
زورِ بازو علم و ایماں کا نمایاں کردیا

کندکر ڈالیں مظالم کی سیوفِ خوں چکاں
دے کے صیقل صبر کو شمشیر بُراں کردیا

پائے استحقار سے ٹھکرا کے تاج وتخت کو
سطوتِ ایماں کو اے مولا نمایاں کردیا

سارے عالم سے چُنے گلہائے صبرو ابتلا
اور اُن کو جمع کرکے پھر گلستان کردیا

تو نے جب مرگِ پسر پر شکر کا سجدہ کیا
صبر کی ٹوٹی سپر کو تیغ بُرّاں کردیا

شہاب ثاقب

اہل دنیا کے لیے ہے صبر مجبوری کا نام
تو نے اس کو اقتدار حکم یزداں کردیا
دل کے ٹکڑے نذر کر کے بارگاہِ ناز میں
قتل گاہ کربلا کو کوئے جاناں کردیا
بے ردائی نے حرم کی یوں لیا ہے انتقام
سارے عالم میں یزیدیت کو عریاں کردیا

قطعہ

عقلاً جو ہے ناممکن اللہ کو آساں ہے
قدرت نے فراہم کی خود اسکی گواہی بھی
اضداد کا مجموعہ ہے ذات میں حیدر کی
مزدور بھی۔ خواجہ بھی ۔ عالم بھی ۔ سپاہی بھی

دیگر

ساری فضائے قدس چمن میں علیؑ کے ہے
علم و عمل کی روح بدن میں علیؑ کی ہے
اس بات پر رسول بھی جبریل بھی گواہ
قرآن کی زبان دہن میں علیؑ کے ہے

سلام

عدو ہیں غرق حیرت دیکھ کر انداز اکبر کے
محمدؐ کی تو صورت ہے مگر تیور ہیں حیدر کے

فرشتے حشر میں تکتے ہیں میری چشم پُرنم کو
اٹھائے ہاتھ میں سادہ ورق عصیاں کے دفتر کے

رخ سرور پہ سرخی آگئی اکبر کے مرنے سے
کہ جیسے ہوگئے ارمان پورے زندگی بھر کے

ہدف بنتا گلوئے اصغر ناداں یہ مشکل تھا
اگر اس دم ذرا بھی کانپ جاتے ہاتھ سرور کے

شہاب ثاقب

شمعیں رہِ حیات میں روشن نبی نے کیں
اور اُن کے بعد اور فروزاں وصی نے کیں
بے شک ادب علیؑ کا ہے اللہ کا ادب
قرآن کی زبان میں باتیں علی نے کیں

قطعہ

نظر خود اک حجابِ درمیاں ہے گر نہ ہو ایقاں
نظر کے فیصلے کو اسلئے صائب نہیں کہتے
یہ میری کم نگاہی ہے نہ پہچانا اُنہیں ۔ ورنہ
نظر کے سامنے جو ہوُ اُسے غائب نہیں کہتے

رباعی

وحیِ خدا رسولؐ کے اک اک سخن میں ہے
لہجہ وہی بلاغتِ خیبر شکن میں ہے
اس بات پر رسول بھی جبریل بھی گواہ
قرآں کی زبان علیؑ کے دہن میں ہے

رباعی

اے حسینؑ ابنِ علی فخر شجاعت کے لیے
حجت خاص ہے تو حق کی صداقت کے لیے
ہم کو درکار نہیں اور دلیلِ توحید
ایک سجدہ ترا کافی ہے شہادت کے لیے

متفرق

صرف قرآن جو کافی تھا ہدایت کے لیے
کام پھر کون سا باقی تھا رسالت کے لیے
اے نبی آپ کے پیوند عبا شاہد ہیں
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے

رباعی

زندگی تلخ ہے ارباب شقاوت کے لئے
یہی شیریں ہے مگر اہلِ مودّت کے لیے
لوگ کہتے ہیں تو ہوگی انہیں دنیا دوزخ
اسی دنیا میں مزے ہم نے تو جنت کے لیے

سلام

سدا بہار ہے جس پر ۔ خزاں مال نہیں
ریاضِ دہر میں ایسا کوئی نہال نہیں

زمانہ سارے غموں کو بھلا کے رہتا ہے
فقط حسینؑ کا غم ہے جسے زوال نہیں

کمال یہ ہے کہ مرکر جلائے' اوروں کو
خود اپنے واسطے جینا کوئی کمال نہیں

رُکی تھی گردش افلاک وقتِ قتل حسینؑ
جبھی تو مہر حسینی کو اب زوال نہیں

زبانِ خشک سے اصغر کا وہ سوالِ آب
طمانچہ ہے رخِ تہذیب پر سوال نہیں

بھرا ہے صبر و شجاعت سے یوں دل سرور
کہ اب ذرا سی بھی گنجائش ملال نہیں

شہاب ثاقب

دِلوں کو ایک تبسّم سے کرلیا تسخیر
تمہاری جنگ کی اصغر کوئی مثال نہیں
کریم تو ہی بتادے کہ تجھ سے کیا مانگوں
فقیر ہوں مگر اندازۂ سوال نہیں

قطعات

نبی کو جنگ میں رہتا تھا انتظار علیؑ
نویدِ فتح کی ضامن تھی ذوالفقار علیؑ
یہ سچ ہے مرضی خالق سے عبد ہے مجبور
مگر ہے مرضی خالق پہ اعتبار علی

نمازوں میں رہے پیچھے لڑائی میں رہے آگے
جو ایسا مخلص و جانباز ہو میداں میں کیا بھاگے
عجب سج دھج کا عاشق ہے علیؑ کا بانکپن دیکھو
شب ہجرت میں سوئے اور شب معراج میں جاگے

قطعہ

اللہ رے بے نیازیٔ حسنین ذوالکرام
مومن نہیں ہے سر جو عقیدت سے خم نہیں
ٹھکرا دیا ہے پائے حقارت سے اقتدار
صلح حسن جہادِ حسینی سے کم نہیں

علی کے لال شہِ مشرقین کیا کہنا
ہیں آج بھی دلِ امت کا چین کیا کہنا
نفاق وکفر کیے بے نقاب دونوں نے
حسن کی صلح جہادِ حسین کیا کہنا

سلام

سمجھ کے ایک غلام ابو تراب مجھے
خدا نے حشر میں بخشا ہے بے حساب مجھے

زہے نصیب جو استاد جبرئیل ہے وہ
بتا رہا ہے نکیرین کے جواب مجھے

خدا نے اجر رسالت جسے قرار دیا
عطا ہوئی ہے محبت وہ لاجواب مجھے

کہا یہ حُر نے کہ تھا ایک ذرہ ناچیز
بنا دیا مرے مولا نے آفتاب مجھے

جو چاہے اشکِ عزا کا صلہ مجھے دیدے
کریم تو ہے اور آتا نہیں حساب مجھے

پیاس جب علی اصغر کی یاد آتی ہے
لہو کے اشک رلاتا ہے جام آب مجھے

ثنائے آلِ محمدؐ ہے ضامنِ بخشش
شہاب کچھ نہیں اندیشہ عذاب مجھے

سلام

کسی کو دولت وثروت مجھے علم و یقیں دیدے
یہ اس کی دین ہے جو مالک دنیا و دیں دیدے

قسیم نارو جنت کو کوئی کیا روک سکتا ہے
صلے میں ایک آنسو کے اگر خلد بریں دیدے

علی نفسِ خدا دستِ خدا ہیں جب تو مانو گے
شہادتِ اس کی گر معراج میں عرش بریں دیدے

نہیں درکار شاہی اپنے مالک سے دعا یہ ہے
جوارِ کربلا میں قبر کی دو گز زمیں دیدے

اسے محشر میں کیا خطرہ اسے میزاں کا ڈر کیسا
خدا جس کو ولائے آلِ اور شمع یقیں دیدے

عبادت میں حسینؑ ابن علیؑ کا مثل کیونکر ہو
کہ سب سجدے میں سر رکھیں وہ سجدے میں جبیں دیدے

بہت پیوند ہیں اس میں ترے کس کام آئے گی
خدا کے واسطے زینب کی چادر اے لعیں دیدے

سلام

ذکر مظلوم میں یہ تاب وتواں آج بھی ہے
نام شبیر سے اسلام جواں آج بھی ہے

جس سے ساقی نے پلائی تھی غدیر خم میں
دستِ میخوار میں وہ رطلِ گراں آج بھی ہے

مرجع قلب دو عالم ہے مزار شبیر
کربلا کعبہء صاحب نظراں آج بھی ہے

عصرِ عاشور حسینؑ ابن علیؑ کا سجدہ
اسی سجدے سے تو قائم یہ اذاں آج بھی ہے

جس نے ہم شکل پیمبر کو کیا تھا زخمی
قلب اسلام میں وہ نوکِ سناں آج بھی ہے

بے ردائی کا حرم کی ہے فلک پہ ماتم
بال بکھرائے ہوئے کاہ کشاں آج بھی ہے

بدلے پانی کے ملے اصغر بے شیر کو تیر
چشمِ تہذیب بہ حیرت نگراں آج بھی ہے

عذر ملتا نہیں زینب کی اسیری کے لئے
اس جگہ بند مورّخ کی زباں آج بھی ہے

سلام

ذکر مظلوم میں اک درس وفا آج بھی ہے
دل میں ہو درد تو جینے کا مزا آج بھی ہے

دعوتِ حق ہے حسینؑ ابن علیؑ کی مجلس
طالب حق کیلئے در یہ کھلا آج بھی ہے

دل کو بے رحم شقاوت سے بچانے کے لئے
حاجتِ گریہ وفریاد وبکا آج بھی ہے

حق سے ہے بر سر پیکار ابھی تک باطل
دہر میں معرکہ کرب وبلا آج بھی ہے

کتنے تیار ہیں مظلوم کی نصرت کے لئے
لب شبیرؑ پہ جاری یہ صدا آج بھی ہے

ظلم کے ہاتھ میں اب بھی ہے برہنہ خنجر
تیغِ شمشیر ستم شہ کا گلا آج بھی ہے

اہلِ اسلام سے انصاف طلب ہے زینب

بے ردا عترتِ محبوبِ خدا آج بھی ہے

اُموی دور کے چہرے سے اُٹھانے کو نقاب

سر محمد کی نواسی کا کھلا آج بھی ہے

اس کو عباس نے سینچا ہے لہو سے اپنے

تروتازہ چمن مہرو وفا آج بھی ہے

ہے کوئی سینہ سپر دیں کی حفاظت کے لئے

سر اسلام پہ شمشیر جفا آج بھی ہے

زندگی گر تمہیں مطلوب ہے مرنا سیکھو

کربلا کا یہی پیغام بقاء آج بھی ہے

غم شبیر میں جنت تو ملے گی ہی شباب

روح بیدار ہو یہ اس کا صلہ آج بھی ہے

شہاب ثاقب

سلام

سوئے یثرب حرم یوں بعد فتح شام آئے ہیں
زمانے کو سناتے درد کا پیغام آئے ہیں

درودِ آلِ محمد پر سلام آلِ محمد پر
یہ وہ بندے ہیں جو خلق خدا کے کام آئے ہیں

یہ ہیبت ہے کہ اعداد بھاگتے پھرتے ہیں میداں میں
حسینؑ ابن علیؑ تو لے ہوئے صمصام آئے ہیں

خدا تو سارے بندوں کے ہمیشہ کام آتا ہے
ہوئے ایسے بھی بندے جو خدا کے کام آئے ہیں

سہارا دین احمد کو ہے بس آلِ محمدؐ کا
پڑی ہے جب کوئی مشکل یہی تو کام آئے ہیں

اسیر ظلم ہیں اور عزم ہے تسخیر عالم کا
دلوں کو جیتنے سجاد سوئے شام آئے ہیں

شہاب اپنا سہارا حشر میں آلِ محمدؐ ہیں
وہاں بھی کام آئیں گے یہاں بھی کام آئے ہیں

قطعہ

امام زین العابدینؑ

صبرو ایثار میں ممکن نہیں عابد کی مثال
ظلم سہہ کر نہ کبھی مائلِ فریاد ہوئے
کربلا میں جو بھرے گھر کو اُجڑتے دیکھا
زندگی بھر نہ کبھی خرم ودل شاد ہوئے
عمر ہی آپ نے سب وقفِ عبادت کر دی
اتنے سجدے کئے حضرت نے کہ سجاد ہوئے

قطعہ دیگر

آلِ احمد مسیح اُمت ہیں
ہر زمانہ میں کی مسیحائی
شمعِ ایمان وعلم وطاعت میں
ایک نے ایک سے ضیاء پائی
انکو زیبا ہے یہ کریں دعویٰ
ھذا دینی و دینِ آبائی

سلام

افلاک ہیں سرگشتہ حیرت میں زمانہ ہے
زنداں کی مصیبت میں احمد کا گھرانہ ہے
ہاں بعدِ محمدؐ بھی حاجت ہے ہدایت کی
قرآں پہ عمل کر کے دنیا کو دکھانا ہے
سرور کی حکومت کی وسعت تو کوئی دیکھے
ہے زیرِ نگیں دنیا مٹھی میں زمانہ ہے
شبیر کی سیرت میں سیرت ہے محمدؐ کی
کردار سے قرآں کی تفسیر دکھانا ہے
نصرت کے لئے رن میں آئے ہیں علی اصغرؑ
بے تیغ و سپر لڑ کر اسلام بچانا ہے
لو فتح ہوا کوفہ اب شام کی باری ہے
زینبؑ کی قیادت میں لشکر یہ روانہ ہے

روضہ پہ محمدؐ کے سجاد حزیں آئے
نانا کو نواسے کا پیغام سنانا ہے
تنہائی میں زہراؑ کے مرقد پہ گئیں زینبؑ
اک نیل ہے بازو پر اماں کو دکھانا ہے
ہاتھوں پہ ہے زینب کے اک خوں بھرا کرتا
زہراؑ کو وصیت کی تعمیل بتانا ہے

سلام

رہ عرفانِ حق میں ہے مسلسل سلسلہ اپنا
حسینؑ اپنے علی اپنے نبیؐ اپنے خدا اپنا

بنایا آلِ اور قرآن کو جب رہنما اپنا
پہنچ جائے گا منزل پر یقیناً قافلہ اپنا

علی کا نام لے کر مشکلیں آسان ہوتی ہیں
ہمیں کیا غم ہے جب موجود ہے مشکل کشاء اپنا

اسے ہوجائے نفرت اپنی صورت سے اگر دیکھے
یزید آئینہء انجام میں چہرہ ذرا اپنا

حسابِ روز محشر کا یقیناً خوف ہے مجھ کو
مگر اشکِ عزا پر ہے مکمل آسرا اپنا

مزاحم جس قدر ہوتی ہے دنیا رونے والوں کی
اُسی نسبت سے بڑھتا جارہا ہے حوصلہ اپنا

ہمارا رخ ہے اُس جانب جدھر ہیں عترت وقرآں
جہادِ زندگانی میں ہے واضح فیصلہ اپنا

مرے مولا کی یہ بندہ نوازی ہے چلے آئے
پئے مجلس بچھایا جب کسی نے بوریا اپنا

پہنچ جاؤنگا اک دن روضہ شبیرؑ پر میں بھی
کبھی تو سازگار آئے گا بختِ نارسا اپنا

شہاب ثاقب

سلام

ہمیشہ کام رہتا ہے ثنائے ابن حیدر سے
مگر اپنی زباں دھوتا ہوں پہلے آب کوثر سے

شرافت میں، شجاعت میں، اطاعت میں، صداقت میں
نظر آیا نہ دنیا میں کوئی بہتر بہتر سے

نبوت، علم و حکمت، وحی و قرآں، جانشین، بھائی
نبی کو نعمتیں کیا کیا ملیں اللہ کے گھر سے

نگاہوں میں علی کی، کیا حقیقت اُس خلافت کی
جو دنیا کی نظر میں بڑھ کے ہو دفنِ پیمبر سے

بنائے فتحِ مکہ ہوگئی صلحِ حدیبیہ
وہی ہے ربط باہم کربلا کو صلح شبر سے

سوالِ بیعتِ حاکم فقط جھوٹا بہانہ تھا
حقیقت کھل گئی قیدِ حرم سے قتل اصغر سے

علی ہوتے تو دیتے داد بیٹے کو شجاعت کی
اٹھانا لاشِ اکبر کم نہیں ہے فتحِ خیبر سے

شہاب ثاقب

سلام

اپنے دل میں جو غمِ آلِ عبا رکھتے نہیں
حشر میں بخشش کا اپنی آسرا رکھتے نہیں

کوئی سرمایہ بجز اشکِ عزا رکھتے نہیں
اور کچھ توشہ پئے روزِ جزا رکھتے نہیں

ہم غلاموں کو نہیں کچھ خوف ایذائے لحد
وہ ڈریں جو تربتِ خاکِ شفا رکھتے نہیں

سہل مشکل ہوگئی جب منہ سے نکلا یا علی
ان کی مشکل ہے کہ جو مشکل کشا رکھتے نہیں

کارزارِ دہر میں ان کو نہیں جینے کا حق
جان دینے کا جو دل میں حوصلہ رکھتے نہیں

فطرتِ انسان کو ہے ایک قادر پر یقیں
کون ہیں دنیا میں جو کوئی دعا رکھتے نہیں

چل رہی ہے یہ نظامِ فکر احمد پر چھری
زیرِ خنجر شاہ دیں اپنا گلہ رکھتے نہیں

پردہ دارِ امت عاصی ہیں جو اہلِ حرم
شام و کوفہ میں وہی سر پر ردا رکھتے نہیں

روضۂ سرور پہ جا کر دم نکل جائے شہاب
اور اپنے دل میں کوئی مدعا رکھتے نہیں

قطعات

بقدر ظرف ہے فہم و نظر کی جلوہ آرائی
وہی دیکھیں گی آنکھیں جو دل کو منظور ہوتا ہے
جو خود بے نور ہیں سمجھیں وہ کیا نور محمدؐ کو
کہ چشم کور سے پوشیدہ ہر اک نور ہوتا ہے

خدا ہوتے تو پھر انسانیت کو فخر ہی کیا تھا
بڑی تسکین دل ہوتی ہے شاہ لافتا کہہ کر
خدا کا شکر ہے انسانِ کامل ہی علی ٹھہرے
نصیری نے مزا ہی کھو دیا تھا سب خدا کہکر

سلام

عقائد کی بنا پر بحث سے کیا فائدہ ہوگا
قیامت میں ہمارا اور کسی کا فیصلہ ہوگا
صفت کو اسم سے نسبت کہیں ایسی نہیں دیکھی
خیال عباس کا آئے گا جب ذکر وفا ہوگا
جفا آل نبی پر کرنے والے والے جان لے اتنا
قیامت میں محمد مصطفٰے کا سامنا ہوگا
علی اصغر کی میت لے کے گر زہرا نکل آئیں
قیامت میں ستم گاروں کا جانے حشر کیا ہوگا

شہاب ثاقب

سلام

کربلا کی جنگ تھی سبطِ نبی کے واسطے
اور فتحِ شام ہے بنتِ علیؑ کے واسطے

علم و تقویٰ و شجاعت۔ جود و ایمان و خلوص
تھے علیؑ اِن کے لیے اور یہ علی کے واسطے

کچھ تو بندوں کو بھلا بیٹھے خدا کی یاد میں
کچھ خدا کو چھوڑ بیٹھے آدمی کے واسطے

اے فرشتو دیکھتے کیا ہو غمِ سرور کا داغ
شمع لائے ہیں لحد میں روشنی کے واسطے

دیکھ کر آلِ نبی کے ساتھ امت کا سلوک
کربلا دیتی رہی خلقِ نبی کے واسطے

شہ نے لاکر رکھ دیا مقتل میں گھر کا ہر چراغ
شاہراہِ زندگی کی روشنی کے واسطے

پیروِ شبیر وہ ہے جو خوشی سے اے شہاب
جان دیدے دوسروں کی زندگی کے واسطے

قطعہ

حسنِ وفا نے روحِ شجاعت کو دی صدا
ہے آج عید جلوۂ عباسؑ باوفا
عباسؑ کون ! صبر وشجاعت کا معجزہ
پیاسے نے نہر چھین لی لب تر نہیں کیا
بنیاد ایک تازہ شریعت کی پڑ گئی
ارکان جس کے دو ہوئے اک صبر اک وفا
دو واضعانِ شرع ہیں عباسؑ اور حسینؑ
یہ ہیں الہٰ صبر۔ وہ پیغمبر وفا

قطعہ

حسین ابن علی کی جان عباس دلاور ہیں
جدا ہوں گے نہ شاہ دیں سے جیتے جی یہ دم بھر بھی
مقابل فوجِ اعداء کے یہی بس ایک کافی ہیں
سپاہی بھی ۔ نشاں بھی ۔ قوت بازو بھی لشکر بھی

نامکمل مرثیہ کا ایک بند

مومن کے سر پہ ہوتا ہے انوار حق کا تاج
وہ دشمنوں سے لیتا ہے تعظیم کا خراج
تیغ و سپر کی اُس کو نہیں ہوتی احتیاج
ہے موم اس کے سامنے فولاد کا مزاج
ردکرے اک [illegible]ہ سے باطل کے وار کو
وہ قولِ حق سے موڑ دے خنجر کی دھار کو

جناب منور عباس صاحب

کے انتقال پر

نامور شعراء کا

جناں میں اک قصرِ نو بنادو منوّر عباس آرہے ہیں

(سید حسن امداد)

ملا یہ رضواں کو حکمِ باری کہ ہے مشیت یہ اب ہماری
جناں میں اک قصرِ نو بنادو منوّر عباس آرہے ہیں

مرے خزینے سے جاؤ لیکر چمن چمن میں روش روش پر
حریر اور پرنیاں بچھا دو منوّر عباس آرہے ہیں

تمام راہوں کو جگمگا دو جگہ جگہ قمقمے لگادو
مزید کچھ روشنی بڑھا دو منوّر عباس آرہے ہیں

یہ کہہ دو اشجار سے کہ جا کر قدم سے اپنے قدم ملا کر
دو رویہ تم سب صفیں جمادو منوّر عباس آرہے ہیں

یہ کہہ دوا ے طائران جنت تمہیں ہے معلوم انکی فطرت
نئی کوئی منقبت سناؤ منور عباس آرہے ہیں

غرض کہ رضواں یہ حکم پا کر موکلانِ جناں سے بولا
مزید خلدِ بریں سجادو منور عباس آرہے ہیں

حسینی ضیغم

(حکیم محمد کاظم)

نقش ادراکِ ابوذر ہو منوّر عباس
تم کہ حسنین کا قنبر ہو منوّر عباس
در شبیر کے بستر ہو منوّر عباس
ہو تو بس ایسا مقدر ہو منوّر عباس
آ گئے جبکہ نکیرین سے پہلے حیدر
قبر پھر کیوں نہ منوّر ہو منوّر عباس
اور کیا چاہیے جب منزل اوّل میں نصیب
صحبت حیدرؓ صفدر ہو منوّر عباس
گفتگو حیدرؓ کرار سے تنہائی میں
بابِ قسمت کے سکندر ہو منوّر عباس
نامِ عباس نے وہ نور تمہیں بخشا ہے
تم منور ہی منورہو منوّر عباس

کون بتلائے تمہیں مجلسِ شہ کے آداب
تم تو آداب کا پیکر ہو منوّر عباس

تا ابد سایہ فگن پرچم عباس رہے
بزمِ شبیر منیر ہو منوّر عباس

عمر بھر تم نے زمانے کو یہی درس دیا
آدمی صاحب جوھر ہو منوّر عباس

فاتحہ پڑھ کے دعا کرتا ہے کاظم ہر آں
سایۂ لطفِ پیمبرؐ ہو منوّر عباس

(نصیر ترابی)

حلقۂ جوش و ترابی کے نشانِ آخر
نقشِ خاک آج ہوئے حیف منوّر عباس
ایک تہذیب بہر طور درخشاں تہذیب
ایک تاریخ بہر کیف منوّر عباس

۱۹۸۸ء

(راغب مرادآبادی)

شیدائی مصطفےٰ منوّر عباس
دلدادہ مرتضیٰ منوّر عباس
سُوئے دارالبقا گئے دنیا سے
فخر وحدت سرا منوّر عباس

۱۹۸۸ء

قطعات تاریخ

(علی حیدر اسیرؔ فیض آبادی)

جیتے جی صرف تصور تھا ملاقات نہ تھی
بعد مرنے کے بنی بات منوّر عباس
اس سے پہلے تو زیارت تھی زبانی وہ بھی
اب یہ ہے شہ سے ملاقات منوّر عباس

۱۴۰۹ھ

اب نہ وہ مجمع احباب نہ وہ مشقِ سخن
فکر کیا پائے کوئی راہ منور عباس
تو گیا ساتھ ترے رونق محفل بھی گئی
کیسی اجڑی تری بزم آہ منور عباس

۱۴۰۹ھ

پیکر علم وصداقت تھا منور عباس
مجلسِ شاہ کی زینت تھا منور عباس
جس نے پھیلائی ضیا پاک محرم کی اسیر
بس وہ تابندہ حقیقت تھا منور عباس

۱۹۸۸ء

آہ! منوّر عباس اعلیٰ اللہ مقامہ

قسیم ابن نسیم امروہوی

اے ادب یہ بزم تیری اب منوّر کیوں نہیں؟
گلشنِ تہذیب خوشبو سے معطّر کیوں نہیں ؟
اَب مئے اِدراک سے لبریز ساغر کیوں نہیں؟
اب فضائے شہرِ اہل فکر بہتر کیوں نہیں؟

اس اداسی کا سبب ہر ایک کو معلوم ہے
اب منوّر سے یہ بزمِ اہل فن محروم ہے

میں نے پایا یہ شرف اشرؔف کی فرمائش سے ہاں
ورنہ مجھ ایسا بشر گنوائے کیونکر خوبیاں
مجھ سے تھا اتنی بلندی پر کہ جیسے آسماں
نام تو تھا ہی منور کام بھی تھا ضوفشاں
روشنیِ فکر اس کی مشعلِ تہذیب ہے
رایتِ حُسنِ عمل دل پر میرے تنصیب ہے

قدر اس کی کیوں نہ ہو، تھا اہل فن کا قدرداں
مدح اس کی کیوں نہ ہو، وہ آلؑ کا تھا مدح خواں
ذکر اس کا کیوں نہ ہو، ذاکر کا تھا وہ رتبہ داں
اس کا غم کیونکر نہ ہو، غم خوارِ شہ تھا بے گماں
ہر بشر، " اہل عزا " اس کو کہے گا حشر تک
مٹ نہیں سکتا کبھی، زندہ رہے گا حشر تک

مسلک تھا وہ عزائے شاہ سے کچھ اسقدر
م و ملت کی نظر میں کیوں نہ ہوتا معتبر
قدرداں جسکی رہی ، ہردم ترابیؒ کی نظر
ئقِ تحسین ہے وہ مردِ مومن سر بسر
" منتظم تھا مجلسوں کا " یہ بڑا اعزاز تھا
اور شہِ دیں کے عزاداروں کو اس پر ناز تھا

ن میں سورج کی کرن نے اس کو دیکھا ضوفگن
چاند کو شب میں نظر آتا تھا اس کا بانکپن
ظلمتوں کی رہ گذر سے دور تھا اس کا چلن
ذات " وہ ، جسکو کہیں " انسانیت کی انجمن "
" عبد " ایسا عبدیت تھی جسکی ہردم جوش پر
آسماں نے جسکو دیکھا رفعتوں کے دوش پر

قطعات تاریخ

(شاہد نقوی)

علم و عرفاں کا منارہ تھا منوّر عباس
ایک صد رنگ ستارہ تھا منوّر عباس
بزم بھی ، شمعِ سر بزم بھی بزم آرا بھی
ایک پیکر میں ادارہ تھا منوّر عباس

۱۴۰۹ھ

عزا ساز

بہ یاد منّور عباس مرحوم

بللّٰہ الحمد ! عزادار بنایا مجھ کو
امر معروف کے رستے پہ لگایا مجھ کو
حُسنِ ابلاغ کے خلعت سے سجایا مجھ کو
خاک پر بیٹھا تھا، منبر پہ بٹھایا مجھ کو

دی لگن آلِ محمدؐ سے ولا کی اُس نے
ذکر شبیر کی توفیق عطا کی اس نے

ذکر جو حسن عبادت بھی ہے تنویر بھی ہے
رہبر صدق بھی ، کردار کی تعمیر بھی ہے
صیقل فکر بھی ہے ذہن کی تطہیر بھی ہے
قلب پر مہر عزاداری شبیرؑ بھی ہے

اے خوشا بخت زہے شان عزادار حسینؑ
سیّدہ ہوتی ہیں مہمانِ عزادارِ حسینؑ

اللہ اللہ ! عزاداروں کا اوجِ قسمت
اپنے دامن میں لئے دونوں جہاں کی نعمت
جیتے جی چشم زمانہ میں وقار و عزت
بعد مرنے کے پیمبر کی وعید جنت

سایۂ شفقتِ زہراؑ میں رہا کرتے ہیں
شہداء ان کے لیے حق سے دعا کرتے ہیں

تھا اک ایسا ہی عزادار منور عباس
الفتِ آل کا معیار منور عباس
عشق شبیرؑ میں سرشار منور عباس
حاملِ نام علمدار منور عباس
نام پایا تھا تو پھر اس کا بھرم بھی رکھا
عمر بھر سینے میں شبیرؑ کا غم بھی رکھا

جس قدر عمر بڑھی ، الفت شبیرؑ بڑھی
جتنا قد بڑھتا گیا ، نام کی تاثیر بڑھی
علم کی ضو سے غمِ آلِ کی تنویر بڑھی
اور اس غم کے طفیل اس کی بھی توقیر بڑھی
دین سے ربط نے دنیا میں بھی عزت بخشی
ہر بدلتے ہوئے ماحول میں رفعت بخشی

ایک بیٹا مگرایسا کہ خود اجدادکو ناز
ایک باپ ایسا کہ جس باپ پہ اولاد کو ناز
پیکرِ علم کہ خود علم کی اسناد کو ناز
ایسا شاگرد کہ ہر سطح پہ استاد کو ناز

وہ حق افروز کہ اقدارِ عدالت نازاں
وہ صداقت کا مبلغ کہ وکالت نازاں

فکرِ صالح کا امیں ، عزم قوی کی دیوار
اہلِ حاجت میں سخی، اپنی طلب میں خود دار
متقی ، صاحبِ دل ، عارفِ حق، سجدہ گزار
فکر پرور ، سخن آگاہ ، فصاحت گفتار

ادب آموز بھی ، تہذیب کا گہوارہ بھی
بزم بھی ، شمعِ سر بزم بھی ، بزم آرا بھی

وہ سخن فہم کہ خود اہل سخن بھی ششدر
حافظہ ایسا کہ اک بار سنا اور ازبر
اس کی نظروں کی طرف رہتی تھی محفل کی نظر
اس کی تحسین سند تھی پے اربابِ ہنر
محفلِ شعر جو ہر ماہ سجا کرتی تھی
اس کے گھر پہ ورشِ فکر ہوا کرتی تھی

اپنی نظروں میں سمیٹے ہوئے کتنے ادوار
اس کو جاتے ہوئے خود وقت نے روکا کئی بار
خوبیاں اتنی کہ صد رنگ تھا اس کا کردار
اتنے رخ اور ہر اک رخ سے مکمل معیار
یوں تو ہر زاویے سے مطلعِ انوار تھا وہ
امتیازی یہ صفت تھی کہ عزادار تھا وہ

ملک کا سب سے عظیم اہل عزا کا عشرہ
انجمن پاک محرم جسے کرتی ہے بپا
یہ عزا دارِ حسینی ہی تھا ناظم اس کا
جس نے ہر دور میں اس شمع کو تابندہ رکھا
ایک اک گام پہ طوفان سے ٹکر لی ہے
کس سلیقے سے سفینے کی حفاظت کی ہے

ابتداء سے اسی منبر پہ کراچی کو ہے ناز
ملک کے عشروں میں اب بھی ہے یہ عشرہ ممتاز
اس کے منبر کا شرف ہے یہ خصوصی اعزاز
کہ اٹھی اس سے فلک بوس ترابی آواز
سطح بیں نظریں تو کیا سمجھیں گی عظمت اس کی
جوہری ہو تو لگائے کوئی قیمت اس کی

شہاب ثاقب

تھا نہ محدود یہیں تک یہ حسینی خادم
رہا ہر زاویے سے بزم عزا کا ناظم
کی سَر اس خادمِ شبیر نے اور ایک مہم
عشرۂ مرثیہ خوانی کی بنا کی قائم
پھر قدم قصر کی تعمیر میں سب نے رکھا
پہلا پتھر اسی معمارِ ادب نے رکھا

وہ حسینیہ ایرانیہ میں بزمِ عزا
عشرہ مرثیہ خوانی کا مبارک اجرا
جس کے ارکان میں تھے آلِ رضاؔ و زیباؔ
یہ عزادار ہی اس کا بھی ہراول ٹھہرا
آج جو مرثیہ خوانی سے فضا گونجتی ہے
یہ اسی ذاکرِ اول کی صدا گونجتی ہے

اسی عشرے میں صبا برسرِ منبر آئے
مرثیہ لے کے اِسی بزم میں یاور آئے
پھر نسیم آئے یہاں جوشؔ سخنور آئے
مسلکِ مرثیہ خوانی کے پیمبر آئے
ذکرِ سرور کی صدا شہر میں لہراتی رہی
پھول کھلتے رہے گلشن میں بہار آتی رہی

مرثیہ گوئی کے میداں میں تھے مدت سے نسیم
قبلِ تقسیم ہی سے پھیل رہی تھی یہ شمیم
کرچکا تھا انہیں استاد زمانہ تسلیم
اہلِ دل، اہلِ نظر کرتے تھے انکی تعظیم
ان کے آجانے سے تزئینِ چمن اور بڑھی
مرثیہ اور بڑھا ، وسعتِ فن اور بڑھی

مگر اس عہد کا وہ شاعرِ اعظم وہ جوش
جس کے ہر لفظ کے پیکر میں تھی آواز سروش
وہ رہا مرثیہ خوانی کی فضامیں خاموش
مجلسیں کھولے تھیں اس کے لیے کب سے آغوش
یہ صدا جب بھی مگر سوے رثاد آئی تھی
تلخ ماضی کے دھندلکوں میں بکھر جاتی تھی

کس نے ان بکھری ہوئی کرچوں کو ہموار کیا
کس نے اس شمع فسردہ کو ضیا بار کیا
کس نے اس خامشی کو مائل گفتار کیا
کس نے اس عظمتِ خوابیدہ کو بیدار کیا
کون دیوانے کو جنگل سے نگر تک لایا
کون اس روٹھے ہوئے راہی کو گھر تک لایا

لب پہ آتا ہے بس اک نام منوّر عباس
جوش کی مرثیہ گوئی کی کراچی میں اساس
ذہن سے دور کیے جس نے شکوک و وسواس
فکر سرگشتہ کو سلجھا کے جھنجھوڑا احساس
شہپر جوش کی پرواز سے مجلس گونجی
کب کی کھوئی ہوئی آواز سے مجلس گونجی

جوش نے پیش کیا بزم عزا میں جو کلام
مرثیے ہوں کہ مسدس ، ہوئے مقبولِ عوام
ان کی عظمت کو کیا اہل ادب نے بھی سلام
مسلکِ شعر میں سمجھا گیا ان کو الہام
منفرد مرثیہ گویوں تو بظاہر سب ہیں
کچھ نہ کچھ جوش سے لیکن متاثر سب ہیں

جوش کے مرثیوں کو کہتے رہیں کچھ بھی عوام
اہل تنقید سے پوچھو کہ ہے کیا ان کا مقام
میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ تابندہ کلام
کس کی تحریک سے آیا ہے سرِ منظر عام
یہ بھی اس رُخ سے ہیں آثار منوّر عباس
جذب ہر لفظ ہے اسرارِ منوّر عباس

غم شہ کی یہ لگن سب کے مقدر میں کہاں
خود عزادار رہے یہ بھی ہے اک امرِ گراں
اللہ اللہ ! وہ تحریک مجُسّم انساں
اپنی کاوش سے بڑھا دے جو عزا کا میداں
مرنے والے کے مقدر میں یہ اعزاز بھی تھا
وہ عزادار بھی تھا اور عزا ساز بھی تھا

یہ تھا وہ شہ کا عزا دار منوّر عباس
الفتِ آل رہی جس کے عقیدے کی اساس
بوئے گل ہائے مودّت سے معطر انفاس
پاک دل، پاک نظر، پاک نفس، پاک احساس
مجلسیں سیّدہ کے لال کی برپا کی ہیں
عمر بھر زینبؑ وزہرہؑ کی دعائیں لی ہیں

وہی زینبؑ وہی زہرا کہ نگاہیں جن کی
ڈھونڈتی پھرتی ہیں ان آنکھوں میں اشکوں کی تری
جذب ہو جن میں شہیدوں کے لہو کی سرخی
جن کی پلکوں پہ چمکتے ہوں عزا کے موتی
غم زدہ، سوگ نشیں، مضطر و خونبار آنکھیں
کشتۂ ظلم شہیدوں کی عزادار آنکھیں

جب یہ آنکھیں کسی مجلس میں نظر آتی ہیں
کتنی یادیں دلِ زینبؑ میں ابھر آتی ہیں
سیدہ دست بہ دل خاک بسر آتی ہیں
کس محبت سے عزاداروں کے گھر آتی ہیں
جتنے آنسو کسی مجلس میں بکھر جاتے ہیں
اتنے زخم اس دل صد پارہ کے بھر جاتے ہیں

روتی آنکھوں کو محبت سے تکا کرتی ہیں
اشک کے قطروں کو پلکوں سے چنا کرتی ہیں
اپنے رومال کا لمس ان کو عطا کرتی ہیں
رونے والوں کے لیے حق سے دعا کرتی ہیں
رو کے کہتی ہیں یہ مجلس ہے مرا گھر یارب
میرے بچے پہ یہ روتے ہیں کرم کر یارب

لب زینبؑ سے دعا اٹھتی ہے اے ربّ علیؑ
میرے بھائی کے عزاداروں پہ کر لطف وعطا
اس پہ روتے ہیں کوئی جس کا عزادار نہ تھا
ہم تھے، لیکن ہمیں جلادوں نے رونے نہ دیا
ان پہ رحمت ہو کہ مجلس میں بکھیرے آنسو
ان کے آنسو نہیں، بہتے ہیں یہ میرے آنسو

تجھ کو معلوم ہے معبود کہ شامِ عاشور
کتنے ہم بے بس و ناچار تھے کتنے مجبور
جلتے خیموں کے دھویں میں رہے شب بھر محصور
اپنے پیاروں کی تڑپتی ہوئی لاشوں سے بھی دور
صبح سے قید کی راتیں تھیں کہیں دن نہ رہا
دور سے لاشوں کا دیدار بھی ممکن نہ رہا

شہاب ثاقب

ایک بچی بھی وہیں ہوتی ہے نزد زہراؑ
پوچھتی ہے کہ یہ ہیں کون جو کرتے ہیں بکا
سیّدہ کہتی ہیں یہ ہے ترے بابا کی عزا
بی بی! ان کے لیے تم بھی کرو خالق سے دعا
ننھے ہاتھوں کو اٹھا کر وہ دعا کرتی ہیں
زینبؑ و سیّدہؑ آمین کہا کرتی ہیں

آئی تو ہوں گی وہ سب یاں بھی بصد نالہء وآہ
کیا عجب روحِ منوّر بھی ہو ان کے ہمراہ
ان عزاداروں کی جانب ہو تشکر کی نگاہ
سوچتے ہوں یہ مرا سوگ ہے اللہ اللہ
کیا خبر تھی کہ یہ اکرام ہیں ہونے والے
مجھ پہ روئیں گے یہ شبیرؑ پر رونے والے

شہاب ثاقب

ہاں عزادارِ حسینؑ یہ ترے سوگ نشین
تجھ پہ روتے ہیں کہ تو بھی تھا فدائے شہ دیں
دل سے مٹ جائے تیری یاد یہ ممکن ہی نہیں
تیرے مرنے ہی کا آتا نہیں اب تک تو یقیں
سوچتے ہیں کہ کہاں تک ہمیں تڑپائے گا
کسی گوشے سے ابھی سامنے آجائے گا

مگر اس سوچ سے آتا نہیں جانے والا
جا منوّر تجھے ہم سب نے خدا کو سونپا
صبر کرلیں گے کہ اب اس کے سوا چارہ کیا
مگر اس بزم کے ہونٹوں کی صدا سنتا جا
کیسا صد رنگ ستارہ تھا منوّر عباس
ایک پیکر میں ادارہ تھا منوّر عباس

۱۴۰۹ھ

شریکِ غم
شاہد نقوی

جنابِ منوّر عباس صاحب